© rasailojaraid.com

مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات)

(۲)

بہرحال اصولی اور بنیادی اختلافات جن کی وجہ سے مسلمانوں کے کسی دینی فرقے نے اپنی دینی زندگی اور اس کے نتائج کو دوسرے مسلمانوں کی دینی زندگی اور اس کے نتائج سے الگ کرلیا ہو تفرق اور تنافر بعید کے اس حال کی پیدائش میں ممکن ہے، ڈھونڈنے والوں کو دوسرے اسباب کا بھی سراغ مل جائے لیکن عام حالات میں کم از کم میرا خیال یہی ہے اور اپنے محدود مطالعہ سے اسی نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ اندرونی اسباب میں تو زیادہ اثر ان سیاسی اختلافات کا پڑا ہے، جن پر ابتداءً اسلام کے خاص پیدا کردہ ماحول کی وجہ سے مذہب اور دین کا رنگ چڑھا دیا جاتا تھا۔ کھیلنے والے دراصل سیاسی کھیل کھیلنا چاہتے تھے لیکن اپنے کھیل میں اس وقت تک وہ کامیاب نہیں ہو سکتے تھے جب تک کہ مذہب کا لبادہ اوپر سے سیاسی اغراض پر اُڑھا نہ دیا جاتا،

اسی طرح بیرونی اسباب میں سب سے زیادہ نمایاں سبب وہی نظر آتا ہے کہ اوہام و اغلاط جن میں قبل الاسلام کے ادیان مبتلا تھے۔ ان ہی سے پاک کرنے کے لئے خالقِ کائنات نے اپنے بندوں میں آخری رسول کو اٹھایا تھا، قرآن کے اتارنے کا بڑا مقصد یہی یہ تھا کہ انسانی زندگی کا فطری آئین جن آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے انسانی گھرانوں میں وقتاً فوقتاً نافذ ہوتا رہتا تھا ان کتابوں میں من مانے خیالات شریک کر دئے گئے تھے۔ اپنے پیدا کرنے والے خالق کی خالص مرضی کے مطابق جی کر جو مرنا چاہتے تھے۔ ان کے لئے تسلی اور تسکین کا کوئی قابلِ اعتبار ذریعہ دنیا میں کسی قوم اور ملک میں آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر باقی نہ رہا تھا بطور آخری اڈیشن کے قرآن نازل کیا گیا تا کہ اپنے موروثی ادیان،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور آبائی مذاہب کی مشکوک کتابوں کو قرآن پر پیش کر کر کے شک سے نکل کر یقین کی ٹھنڈی روشنی میں آجائیں داخل ہونے والے اسلام میں عموماً داخل بھی اسی لئے ہوئے تھے لیکن ان میں سب کا حال ایک جیسا نہیں تھا، عزم میں جن کے خامی تھی، حوصلے جن کے زیادہ بلند نہ تھے۔ اس انس اور الفت کے ازالہ پر جیسا کہ چاہیئے تھا قادر نہ ہو سکے جس کی تطہیر و تزکیہ کی اس راہ میں بہر حال ضرورت تھی۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شعوری اور زیادہ تر غیر شعوری طور پر آبائی اوہام و اغلاط اور اسلامی تعلیمات میں تطبیق و توفیق کی نکوہیدہ کوششوں میں وہ مشغول ہو گئے، اسی نامبارک سعی نے اور غلط اقدام نے عجیب و غریب نظریات و خیالات کو مسلمانوں میں پھیلا کر مختلف ٹولیوں میں ان کو بانٹ دیا تھا، "دین اسلامی" کی تاریخ کا یہ بڑا مبسوط مضمون ہے۔ تاہم بقدر ضرورت اس سلسلہ میں جو کچھ پیش کیا جا چکا ہے۔ اگر پڑھنے والوں نے توجہ سے اس کو پڑھ لیا ہے تو شاید وہ بھی اسی نتیجہ تک پہنچ چکے ہوں گے جس نتیجہ تک مرے مطالعہ اور جستجو نے مجھے پہنچایا ہے۔

اس کے بعد خود سوچنا چاہیئے، کہ سیاسی جوڑ توڑ کے لئے مذہبی سوانگ اختیار کرنے والوں نے جن فرقوں کو مسلمانوں میں پیدا کر دیا تھا، ان کا جو انجام ہوا، اس کے سوا دوسرا انجام ان کا آخر ہو ہی کیا سکتا تھا، یہ سیاسی قصے زمانہ کی رفتار کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ میدان میں ایک پارٹی آتی ہے کھیلتی ہے، ہنگامے مچاتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے، انسانیت کی تاریخ سیاسی بازی گریوں کے ان تماشوں سے بھری ہوئی ہے، مسلمانوں کی تاریخ میں بھی یہی کھیل کھیلے گئے ہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی شاطروں کے ساتھ شطرنج کی وہ بساط بھی الٹتی چلی گئی، جو وقتاً فوقتاً بچھتی رہی اور ان کے ساتھ وہ فرقے بھی ختم ہوتے چلے گئے جو پیداواری تھے، ایک ایسے زمانہ کے سیاسی ہنگاموں میں جس میں مذہب کی چھاپ کے بغیر کوئی چیز چل ہی نہیں سکتی تھی۔ آخر آج ان ازارقہ کو ہم کہاں ڈھونڈیں، جو کہتے پھرتے تھے کہ "دینی نصب العین" اور "اقامتِ حق" کی جو مہم ہم لوگوں نے اٹھائی ہے جو اس میں شریک نہ ہوگا خواہ ہمارے دشمنوں کی مدد بھی نہ کرے۔ ناطرفدار ہی رہے لیکن وہ بھی اسلامی دین کے دائرے سے خارج ہو گیا اور اپنا ٹھکانہ اس نے جہنم کو بنالیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انه كفر القعدة وهو اول ما اظهر البراءة من القعدة على القتال وان كان موافقا على دينه وكفر من لم يهاجر اليه ص۱۲۹ شہرستانی ج۱

ازراقہ کا لیڈر ابن ازرق پہلا آدمی تھا جس نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا۔ اس کی سیاسی کشمکش میں جن لوگوں نے ساتھ نہیں دیا تھا اور ان لوگوں سے اپنے دین کو اس نے جدا کر لیا۔ خواہ دین کے دوسرے معاملات میں وہ ان کے ہمنوا ہی کیوں نہ ہوں، ازراقہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہجرت کرکے جو ان کے ساتھ آکر نہ ملا، ایسا مسلمان کافر ہوگیا۔

یہی ان کا سیاسی کہئے، یا دینی عقیدہ تھا۔

یا ان غریب "نجدات عاذریہ" کا سراغ دنیا کے کس گوشہ میں لگایا جا سکتا ہے جو گویا مسلمانوں کے نہلسٹ تھے اور کہتے پھرتے تھے کہ

لا حاجة للناس الى الامام قط انما عليهم ان يتناصفوا فيما بينهم ص۱۳۲ ج۱ ش

امام (یعنی کسی منظم حکومت) کی کوئی ضرورت نہیں ہے لوگوں پر صرف یہ فرض ہے کہ آپس کے معاملات کو انصاف کے ساتھ خود چکا لیا کریں،

جہاں اس فرقہ کا لیڈر نجدہ بن عامر گیا، وہیں یہ سیاسی عقیدہ بھی دفن ہوگیا جس پر دینی اعتقاد کا خول اوپر سے مڑھ دیا گیا تھا،

بتایا جائے کہ مسلمان بادشاہوں اور ائمہ کے مقابلہ میں جنہوں نے یہ فیصلہ کرکے اسی کو اپنا دین بنا لیا تھا کہ

"ہم بادشاہوں، اور صرف ان مسلمانوں کے قتل کو مذہبی فرض خیال کرتے ہیں، جو ان حکمرانوں کے حامی اور مددگار ہیں، اور ان کے احکام کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن جو حکمرانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان سے راضی نہیں ہیں، ان مسلمانوں کو ہم قتل نہیں کریں گے، ہاں! ان حکومتوں کی طرف سے جاسوسی کا کام جو انجام دے گا، ہم اس کو بھی تلوار کے حوالہ کریں گے۔" ص۱۳۲ ج۱ شہرستانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میمونیہ فرقہ جس کا قائد میمون بن خالد تھا، اس کا یہی عقیدہ تھا لیکن نہ اب میمون ہی دنیا میں زندہ ہے اور نہ بے چارے میمونیہ، عرب کے بیابان میں اپنے لیڈر کے ساتھ وہ بھی گم ہو گئے،

عبداللہ بن اباض جس کا دعویٰ تھا کہ

"قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والوں میں جو ہمارے مخالف ہیں۔ ہم ان کو مشرک تو نہیں سمجھتے لیکن چونکہ ہمارے مخالف ہیں اس لئے کافر قرار دے کر ان کے مال کو مال غنیمت ہم بنا سکتے ہیں اور ان کے ہتھیار اور گھوڑے چھین لیں گے، اگرچہ اسی کے ساتھ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی جائز ہے اور ان کے مال کے ہم وارث بھی بن سکتے ہیں"

مسلمانوں کے ممالک کے متعلق ان کا خیال تھا کہ دارالاسلام تو نہیں لیکن دارالتوحید ان کو کہنا چاہئے لیکن حکومت کی فوجی چھاؤنیاں جن علاقوں میں قائم ہیں وہ دارالتوحید بھی نہیں ہیں۔ بلکہ دارالتقی ہیں" صفحہ ۱۷۱

بتایا جاتا ہے کہ اسی ابن اباض کی طرف منسوب کر کے "اباضیہ" نامی جس فرقہ کا ذکر کیا جاتا ہے کتابوں کے سوا سطح زمین پر کہاں مل سکتا ہے؟

اسی طرح حالات نے اسلام کی ابتدائی صدیوں ہی میں اس قسم کے خیال کے لوگوں کو جو پیدا کر دیا تھا، جنہوں نے دنیا کو ۲ حصوں میں بانٹا تھا جہاں اسلامی احکام کا اعلان و اظہار کھلے بندوں بے روک ٹوک جاری ہو، ان علاقوں کا نام ان کی اصطلاح میں "دارالعلانیہ" تھا، اور جہاں مسلمانوں کو اس قسم کی آزادی حاصل نہ ہو، اس کا نام انھوں نے "دارالتقیہ" رکھ دیا تھا، اس تقسیم کے ساتھ یا اس کے بھی قائل تھے کہ

"دارالتقیہ میں مسلمان عورتوں کا نکاح اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ جائز ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا مگر دارالعلانیہ میں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی" صفحہ ۱۲۳ ج ۱ ش،

اور ان باتوں کی تفصیل کہاں تک کی جائے حد یہ ہے کہ اس قسم کے روشن خیال بھی ان ہی سیاسی چکروں سے مسلمانوں میں پیدا ہو چکے تھے جو کہتے تھے کہ

اسلام کے دینی اصطلاحات کی شرح مصلحتِ وقت کے مطابق کرنے کا ہمیں اختیار ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کعبہ کے حج کی تشریح کرتے ہوتے یہ کہیں کہ کعبہ عرب میں نہیں ہے بلکہ لعلّہا یا لھند (بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں ہو)" ط‍۱۶۴

تشریح کے ان اطلاقی اختیارات کے ساتھ مسلمان صرف وہ اپنے آپ ہی کو سمجھتے تھے۔ یہ دعویٰ "غسانیوں" کا تھا جن کا لیڈر غسان الکوفی تھا

سچی بات تو یہ ہے کہ خوارج جن کے متعلق سنا جاتا ہے، کہ اب بھی ان کی تھوڑی بہت تعداد عرب کے بعض ساحلی علاقوں (مسقط، عمان) وغیرہ میں پائی جاتی ہے، اور مغرب اقصےٰ (مراکش وغیرہ) کے کوہستانی خطوں میں سیاحوں کا بیان ہے کہ قدیم خارجیوں کے نام لیواؤں سے ان کی ملاقات ہوئی تھی، نہیں کہا جا سکتا کہ دور افتادہ گوشوں میں واقعی ان خارجیوں کی صحیح تعداد کیا ہے کچھ بھی ہو لیکن چند لاکھ تک بھی ان کی گنتی اگر پہنچ جائے تو شاید اس سے زیادہ تخمینہ ان کا کیا بھی نہیں جا سکتا،

چند لاکھ ان خوارج کے بعد ابتداء اسلام کی سیاسی کش مکش سے پیدا ہونے والے اسلامی فرقوں میں کوئی فرقہ صحیح معنوں میں اگر باقی رہ گیا ہے، تو وہ شیعوں کا فرقہ ہے۔ لیکن "شیعہ" کے اسی لفظ میں میرا خیال ہے کہ سیاسی قصوں سے پیدا ہونے والے دینی فرقوں کی تاریخ پوشیدہ ہے،

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اب تو "شیعہ" کے اس لفظ سے جیسا کہ سب جانتے ہیں مسلمانوں کا ایک خاص فرقہ سمجھا جاتا ہے لیکن درحقیقت اسلام کی ابتدائی صدیوں کی سیاست کی یہ ایک سیاسی اصطلاح ہے۔ یعنی موجودہ زمانہ میں "پارٹی" کے لفظ سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے یہی مفہوم "شیعہ" کے اس لفظ کا اس زمانہ میں تھا، اسلامی تاریخ کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی جن لوگوں نے کیا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ مثلاً اس موقعہ پر بے ساختہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق کی ایک بات یاد آ گئی، عباسیوں کا دوسرا خلیفہ ابو جعفر منصور اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک درباریوں کی طرف خطاب کر کے ایک دن اس نے دریافت کیا،

حجاج (مشہور ظالم امست) کا وصیت نامہ کسی کو یاد ہے؟

دنیا کی عام تاریخ کے متعلق تو میں دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں "ڈکٹیٹر شپ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے طریق حکمرانی کا حجاج اپنے وقت میں شاید سب سے بڑا امام تھا بنی امیہ کی حکومت کے حکمرانوں کو اسی لئے مطلق العنان ڈکٹیٹر کی حیثیت سے خود بھی مانتا تھا اور چاہتا تھا کہ دوسرے بھی ان کو حکومت کا ڈکٹیٹر ہی تسلیم کریں۔ اس باب میں ہلکی سی مخالفت اس کے لئے ناقابل برداشت تھی، واقعات کا ایک ذخیرہ اس باب میں تاریخ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اپنے اسی نقطۂ نظر سے مرتے ہوئے حجاج نے وصیت نامہ لکھوایا تھا جس میں کلمۂ شہادت کے بعد تھا۔

"ولید بن عبدالملک (جو اس کے زمانہ میں بنی امیہ کا حکمران تھا) اس کی فرماں برداری، اور طاعت کے سوا حجاج اور کچھ نہیں جانتا، اسی عہد پر وہ زندہ رہا اور اسی عہد پر وہ مرا، اور اسی عہد پر قیامت کے دن وہ اٹھے گا

وصیت نامہ کے عربی الفاظ جن کا ترجمہ میں نے درج کیا ہے، ابوجعفر منصور نے ان کو سن کر دربار والوں سے کہا کہ

هٰذه والله الشيعة لا شيعتكم — یہ ہے شیعہ، نہ کہ تمہارے شیعہ

(تاریخ دمشق ابن عساکر صـ۶۸ ج ۴)

مطلب یہ تھا کہ پارٹی کے ساتھ وفاداری کی اصلی حقیقت یہ ہے، کہ زندگی موت، دنیا اور آخرت تک سب وفاداری کے جذبات میں غرق ہو جائیں۔ ابوجعفر کو اپنی پارٹی سے شکایت تھی کہ ہمارے شیعہ یعنی پارٹی میں وفاداری کا یہ بے پناہ جذبہ نہیں پایا جاتا۔

میں ابوجعفر منصور کے ان ہی الفاظ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، اس زمانہ کی ایک سیاسی

---

۱ ولید بن عبدالملک کے دریافت کرنے پر حجاج نے خود ہی کہا تھا کہ لبنان اور سنبیر (شام کا ایک پہاڑ) اگر ان دونوں پہاڑوں کے برابر زرِ خالص مجھے مل جاتے اور سب کو خدا کی راہ میں خرچ کر دوں، جب بھی میری یہ نیکی اس اطاعت اور فرماں برداری کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے جو میرے دل میں آپ کی طرف سے پائی جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ مسلمانوں کا جتنا خون بھی اس سلسلہ میں یعنی ولید کے لوگ مطیع ہو جائیں، میں نے بہایا ہے اس خون کی نہ مجھے پروا ہے اور نہ اس کا خوف یاد رکھنا چاہئے کہ ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ستونوں میں باندھ کر اس ظالم نے اسی سلسلہ میں قتل کرایا تھا، کہتا تھا کہ اللہ سے ڈرنے یعنی تقویٰ کے لئے تو فاتقوا الله ما استطعتم فرمایا گیا ہے لیکن اسی کے بعد واسمعوا واطیعوا (سنو اور اطاعت کرو) کے حکم کو قرآن نے استطاعت کے ساتھ مشروط نہیں کیا ہے ۱۲ صـ۶۸ ج ۴ ابن عساکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصطلاح اس سے سمجھ میں آتی ہے یعنی اہل بیت نبوت یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامیوں کی پارٹی ہی کو شیعہ نہیں کہتے تھے بلکہ "شیعہ" کا لفظ عام تھا جس کی اضافت عباسیوں، امویوں اہل بیت وغیرہ سب ہی کی طرف کی جاتی تھی، بنی امیہ کے حامیوں اور پارٹی والوں کو شیعہ بنی امیہ، عباسیوں کی پارٹی والے شیعہ بنی عباس کہلاتے تھے۔ جیسے شیعہ علی یا شیعہ اہل بیت ان لوگوں کی تعبیر تھی، جن پر اب مطلق "شیعہ" کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال اسی لئے تو پیش آئی کہ سارے مضاف الیہ جس کی طرف شیعہ کا یہ لفظ منسوب ہو کر استعمال ہوتا تھا یکے بعد دیگرے ختم ہوتے چلے گئے، تا اینکہ "پارٹی" یا "شیعہ" ہونے کی حیثیت سے صرف وہی لوگ رہ گئے، جو اپنے آپ کو اہل بیت اور حضرت علیؓ کی پارٹی میں شمار کرتے تھے۔

اور یہی میرا مقصد ہے کہ "شیعہ" کے لفظ کا جو مفہوم اب ہو گیا ہے یہ خود بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی بے شمار سیاسی پارٹیاں پیدا ہو ہو کر ختم ہوتی چلی گئیں، وہی جنہوں نے مذہب کا جولا پہن لیا تھا سے دے کر صرف ایک پارٹی وہی اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کرنے والی باقی رہ گئی ہے۔ جن کو ہم اب "شیعہ" کہتے ہیں۔

اور سیاسی راہ سے پیدا ہونے والے فرقوں میں تو خیر شیعوں کا یہ فرقہ باقی بھی رہ گیا ہے لیکن اسلامی دین کے دائرے میں داخل ہونے والی قوموں کے جن مذہبی الائشوں سے متاثر ہو کر مسلمانوں میں جو فرقے پیدا ہوئے تھے ان کا حال تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے اور تو اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ باتونی منہ زور قلم کے دھنی جہمی فرقہ معتزلہ کا تھا، جسے وقتاً فوقتاً عباسی حکومت کی پشت پناہی بھی حاصل ہوتی رہی، بعض خلفاء پر بھی اعتزالی رنگ چڑھ گیا تھا اور وزراء، قاضی القضاۃ وغیرہ جیسے اقتداری عہدوں پر بھی اس فرقے کے فضلاء و علماء قابض رہے ان کے ہاتھ میں قلم کے ساتھ تلوار، اور تلوار کے ساتھ قلم بھی تھا، معرکۃ الآراء کتابیں اپنے خیالات و عقائد کی تائید میں اس فرقہ کے اہل قلم نے لکھیں، یہ سب کچھ ہوا مگر بقول علامہ طاش کبری زادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کان علم الکلام بایدی المعتزلۃ مائتی	معتزلہ کے ہاتھ میں علم کلام کی باگ دو سو سال تک
سنۃ مابین المائۃ والثلاث مائۃ	رہی، یعنی پہلی صدی سے اور تیسری صدی کے درمیان
ص۳ مفتاح السعادہ	میں

گویا تیسری صدی سے معتزلہ کا زور ختم ہونے لگا، اور آج حال یہ ہے کہ بجز چند غیر کلامی کتابوں کے مثلاً زمخشری کی تفسیر کشاف، یا لغت کی بعض کتابوں کے سوا دنیا کے کتب خانوں میں فرقہ معتزلہ کے مصنفین کی ان کتابوں کا ایک ورق بھی مشکل ہی سے مل سکتا ہے جو اعتزالی عقائد و خیالات کی تائید میں لکھی گئی تھیں آج اس فرقہ کے متعلق ہم جو کچھ بھی جانتے ہیں، وہ صرف اہل السنت والجماعت کی کتابوں کا صدقہ ہے کہ تردیداً جواب دینے کے لئے انھوں نے اعتزالی عقائد کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کر دیا تھا اور جب معتزلہ کا یہ حشر ہوا تو نسبتاً جن فرقوں کے پاس نہ معتزلہ کی قوت تھی نہ دولت، نہ علم نہ فضل، بھلا وہ بےچارے کیسے زندہ رہ سکتے تھے۔

مرا تو خیال یہی ہے کہ جیسے جیسے نسلیں گذرتی گئیں ان کا تعلق تدریجاً ان اوہام و خرافات سے کمزور ہوتا چلا گیا، جنہیں ان کے آبا و اجداد اپنے ساتھ لائے تھے۔ خالص اسلامی تعلیمات کی روح سے بہ نسبت اپنے اسلاف کے اخلاف زیادہ قریب ہوتے چلے گئے تاآنکہ وہ وقت بھی آ گیا کہ سارے موروثی رجحانات، نومسلم خاندانوں سے مٹ مٹا کر ختم ہو گئے، اس راہ سے پیدا ہونے والے فرقوں کا صرف نام ہی نام اب کتابوں میں رہ گیا ہے اس سلسلہ میں معتزلہ ہی کیا دنیا کے پردے پر کرامیہ مرجیہ جہمیہ وغیرہ وغیرہ کہاں مل سکتے ہیں؟ اس لحاظ سے بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے اور یہی کہنا چاہیئے، کہ ایشیا و افریقہ بلکہ یورپ و امریکہ کے انسانوں میں "اسلامی برادری" قرآن کی بدولت جو قایم ہو گئی ہے اور ستر کروڑ سے پچاس کروڑ تک اس قرآنی برادری میں شریک ہونے والوں کی تعداد کا تخمینہ آج کیا جا رہا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت میں شیعوں کے سوا صرف ایک فرقہ اہل السنت والجماعت ہی کا باقی رہ گیا ہے اس میں شک نہیں کہ خوارج کی طرح شیعوں کی تعداد نا قابل لحاظ نہیں ہے لیکن جہاں تک میرا تخمینہ ہے اہل السنت والجماعت کے مقابلہ میں ہزار میں ایک کی نسبت بھی شیعوں کی ثابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جائے تو اس سے زیادہ بڑا تخمینہ ان کے متعلق شاید کیا بھی نہیں جاسکتا گویا مسلمانوں میں ایسے فرقے جن کے اختلافات بنیادی اختلافات قرار دئے جاسکتے ہیں لے دے کر صحیح معنوں میں ان ہی دو فرقوں کے اندر منحصر ہو کر رہ جاتے ہیں اور خواہ مخواہ خوارج کا بھی اضافہ کرلیا جاتے تو زیادہ سے زیادہ اس نوعیت کے فرقوں کو بہرحال تین سے زیادہ تو کسی طرح آگے بڑھایا نہیں جاسکتا افسوس ہے کہ تفصیل کا موقعہ نہیں ہے ورنہ بتایا جاسکتا تھا کہ اسلام ہی کی طرح دوسرے ادیان و مذاہب بھی زمین کے اسی کرے پر موجود ہیں ماننے والے ان کے انسان ہی ہیں لیکن ان میں ہر مذہب کے ماننے والے مبالغہ نہیں کررہا ہوں آج بھی سینکڑوں فرقوں کی شکل میں بٹے ہوتے ہیں ان کے اختلافات کا حال یہ ہے کہ معبود پر بھی ان میں اتفاق نہیں ہے۔ ایک اگر شیو کا پجاری ہے تو دوسرا وشنو کا، ایک اگر بیٹیا کا پجاری ہے تو دوسرا ماں کا اور تیسرا فرقہ باپ کی عبادت کرتا ہے۔ مذاہب و ادیان اور ان کے مختلف فرقوں کے حالات کا مطالعہ برہان کے پڑھنے والوں میں سے جنہوں نے کیا ہے وہی میرے اس اجمالی دعویٰ کی توثیق کرسکتے ہیں۔ بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ اس عنوان پر "مستقل مقالہ" ہی کاش لکھا جاتا، دوسرے مشاغل کے ساتھ سردست میرے لئے یہ کام آسان نہیں ہے۔

آخر میں ایک بات رہ گئی یعنی مسلمانوں میں حنفی، شافعی مالکی، حنبلی ناموں سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے کیا اس کو "فرقہ بندی" کے نیچے ہم داخل کرسکتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ قسط میں اسی پر بحث کی جائے گی اور اسی کا جواب دیا جائے گا۔

سلسلہ تاریخ ملت — نبی عربی صلعم

جس میں متوسط درجہ کی استعداد کے بچوں کے لئے سیرت سرور کائنات صلعم کے تمام اہم واقعات کو تحقیق، جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جدید ایڈیشن جس میں اخلاق سرور کائنات صلعم کے اہم باب کا اضافہ کیا گیا ہے اور آخر میں ملک کے مشہور شاعر جناب ماہرالقادری کا سلام بدرگاہ خیرالانام بھی شامل کردیا گیا ہے کورس میں داخل ہونے کے لائق کتاب ہے زبان بہت ہی ہلکی اور صاف ہے قیمت ۱۲؍ مجلد عہ

© rasailojaraid.com